منیر احمد
پی ایچ ڈی سکالر، استاد شعبہ اردو، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج، خان پور
ڈاکٹر سائرہ ارشاد
لیکچرر شعبہ اردو، گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی، بہاول پور
محمد محسن خان
پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

بہاول پور (سابق ریاست) میں نوحہ کی روایت

Munir Ahmed
PhD Scholar, Department of Urdu, Government Graduate College, Khanpur.
Dr. Saira Irshad
Lecturer, Department of Urdu, Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur.
Muhammad Mohsin Khan
PhD Scholar, Department of Urdu, Bahauddin Zakriya University, Multan.

Tradition of Lamentation (NOHA) in Bahawalpur (Former State)

This article consists of Urdu Noha (Lamentation), Definitions of Noha, tradition of Noha in brief and tradition of Noha in Bahawalpur (Former State) before and after 1947. Moreover, brief biographies of various poets' alongwith samples from their poetry and its analysis are also part of this article.

Keywords: *Noha (Lamentation) , Bahawalpur, Meer Anees, Hayat Meerthi, Abdullah Akhgar, Nafees Fatehpuri, Janbaz Jatoi, Hameed Naqvi, Majid Qureshi, Abdul Aziz Akhtar Sheikh.*

نوحہ اور سلام غزل کی ہیئت میں لکھے جاتے ہیں لیکن سلام کے بر عکس نوحہ کے مضامین کا دائرہ کار محدود

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

ہے۔ نوحہ عموماً مرثیہ کے بطن سے پیدا ہوتا ہے۔ نوحہ بنیادی طور پر ماتم یا سینہ زنی کے ساتھ پڑھے جانے کی چیز ہے اس لئے اس پر حزنیہ عناصر کا غلبہ ہوتا ہے اور صرف رثائی مضامین نظم کئے جاتے ہیں۔

شمیم احمد کے بقول:

> ''یہ ایک ایسا سلام ہوتا ہے جس میں بین کے اشعار زیادہ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے کیونکہ انہیں الحان کے ساتھ پڑھنا خاص مقصد ہوتا ہے۔ نوحے کے لیے مستزادی ہیئت کی کوئی کڑی شرط نہیں لیکن اکثر نوحے مستزاد کی ہیئت ہی میں لکھے گئے ہیں۔''(۱)

گیان چند جین کے بقول:

> ''نوحے کا تعلق صنف ادب سے زیادہ قرأت سے ہے۔ یہ ہمیشہ ترنم سے پڑھا جاتا ہے اور کئی آدمی مل کر پڑھتے ہیں۔۔۔۔۔نوحے کا بنیادی مقصد اجتماعی ماتم ہے اس لیے بعد میں یہ مستزاد کی شکل میں لکھا جانے لگا۔ اس میں اضافہ شدہ ٹکڑا ہمیشہ بعینہ ہوتا ہے۔ اس ندبہ کہتے ہیں جو مرثیہ مستزاد کی شکل میں نہ ہو لیکن اس کی ردیف میں '' ہائے ہائے'' یا ''وائے یا حسین'' وغیرہ ہو تو وہ بھی نوحہ کہلائے گا۔''(۲)

نوحہ ایک ایسا موضوع جس پر مرزا علی نقی ایجادؔ، میر تقی میرؔ، قائمؔ چاند پوری، دلگیرؔ لکھنوی، ضمیرؔ لکھنوی، میر خلیقؔ، میر نفیسؔ، میر عشق، عزیزؔ لکھنوی، آرزو لکھنوی، نسیمؔ امروہوی، سید مرتضیٰ حسین، فاضلؔ لکھنوی، رئیس امروہوی، جوشؔ ملیح آبادی، پیارے صاحب رشیدؔ، آل رضاؔ، فضلؔ لکھنوی، نجمؔ آفندی، مجاہدؔ لکھنوی، صہباؔ لکھنوی، باقرؔ کاظمی، شاہدؔ نقوی، محشر لکھنوی، افسرؔ عباس زیدیؔ، ریحان اعظمیؔ اور جناب عروج بجنوری جیسے کاملانِ فن نے اپنے جوہر دکھائے جسے انیسؔ اور دبیر نے اوج کمال کی انتہا پر پہنچایا۔ بقول مؤلف کلید گنجینہ ء انیسؔ:۔

> ''نوحہ کی تخلیق میں قدموں کی چاپ اور ہاتوں کی تھاپ کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے نوحہ ہمارے اپنے ادب کی تخلیق ہے اس کا رواج ہندوستان میں ہوا، اس سے پہلے کہیں اور نہیں ملتا۔ نوحہ کی ابتداء مرثیے کے ساتھ ساتھ دکن سے ہوئے۔ دکن کے سب مرثیہ گو شعراء نوحے بھی لکھتے تھے شمالی ہندوستان میں میر تقی میر اور سودا کے نوحے بھی ملتے ہیں۔ نوحہ ماتم یا سینہ زنی کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ نوحہ پڑھنے والے ایک یا دو اشخاص ہوتے ہیں لیکن مصرعے کو

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

دہرانے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ نوحہ پڑھنے والا ماتمی دستے کے درمیان میں کھڑا ہوتا ہے چاروں طرف ماتموں کا حلقہ ہوتا ہے یہ انداز ہندوستان میں صدیوں سے رائج ہے۔ مرثیہ گو شعراء نے اس صنف پر زیادہ توجہ نہیں دی لیکن ہر مرثیہ گو نے نوحے لکھے ضرور۔ میر انیسؔ کے کلام میں تقریباً ۱۳ نوحے ملتے ہیں۔" (۳)

میر انیسؔ کے ایک نوحے میں سے جو پہلی بارہ ماہ نو کے انیسؔ نمبر میں چھپا ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

دنیا میں آج حشر کا دل آشکار ہے
سبط نبی کے سینے پہ قاتل سوار ہے
چلا رہی ہے خیمے سے زینبؑ اترلعیں
بھائی کا میرے زخموں سے سینہ فگار ہے (۴)

لیکن نجم الغنی رامپوری لکھتے کہ مرثیہ مستزاد کی وضع پر ہو اسی کو نوحہ کہتے ہیں۔

۱۹۴۷ء سے قبل بہاول پور (سابق ریاست) میں اردو نوحہ

حیاتؔ میرٹھی:

حیات میرٹھی ۲ نومبر ۱۹۱۵ء کو چھاؤنی سیہوار بھوپال میں پیدا ہوئے۔ آبائی وطن ضلع میرٹھ ہے جو مولوی عبدالحق کا بھی آبائی گائوں ہے۔ ۵ نومبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان آئے۔ کچھ عرصہ راولپنڈی اور کراچی میں رہے اس کے بعد ۱۹۴۹ء کو بہاول پور آکر سکونت اختیار کرلی۔ فوٹو گرافی ان کا پیشہ تھا۔ "انجمن کاروان ادب" جیسی ادبی تنظیم کا آغاز کیا۔ ۱۹۴۰ء میں ادبی رسالہ "سخن ور" ان کی ادارت میں شائع ہوا۔ ۴ جنوری ۱۹۸۹ء کو انہوں نے ہفت روزہ "آفتاب مشرق" کا اجراء کیا جو اب تک چل رہا ہے۔ "کاروان ادب" اور "بزم سخن" کے زیر اہتمام اکثر مشاعرے ان کے گھر پر ہوتے تھے۔(۵) حیات میرٹھی کے نوحہ سے انتخاب ملاحظہ ہو۔

عشاق گزرتے ہیں رہ کرب و بلا سے
تاریخ لکھی جاتی ہے رہ کرب و بلا سے
ٹکرائے ہیں جانباز ہر ایک تیغ جفا سے
دامن کو بچایا نہ کبھی دست قضا سے (۶)

حیاتؔ میرٹھی کے نوحے مطبوعہ ہیں، اور ایک ہی نوحے میں پہلے دو اشعار قطعہ بند ہیں پھر مثنوی ہیئت اور باقی نوحہ کے مختلف اشعار ہیں۔ اسی نوحے میں کچھ اشعار منقبت کے ہیں یہ ہیت اور موضوع دونوں کا نیا تجربہ ہے۔ دوسرے نوحے میں استعاراتی انداز ہے اس نوحے میں سے انتخاب ملاحظہ ہو۔

خون نا حق سے ہے رنگین داستان کربلا
جس کی شاہد آج تک ہے خود زبان کربلا(۷)

گلستان، داستان، خود زبان، رہبروں، امتحان اور کامران جیسے الفاظ اس نوحے کو استعاراتی نوحہ بنائے ہوئے ہیں۔

خواجہ عبداللہ اخگرؔ:

خواجہ عبداللہ اخگرؔ ۱۹۲۳ء کو احمد پور شرقیہ میں پیدا ہوئے۔(۸) بی۔اے کرنے کے بعد بلدیہ میں ملازمت اختیار کی ان کا نوحوں پر مشتمل مطبوعہ ''کنزالمودت'' منظر عام پر آچکا ہے اور دوسرا زیر طباعت ہے جس کا نام انہوں نے ''مصباح المودت'' سوچا تھا۔ خواجہ عبداللہ اخگرؔ ۲۰۰۰ء میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انہیں ''دبیر ملت'' اور ''نقاش فطرت'' کے خطابات سے نوازا گیا ہے۔ طبع رواں رکھتے تھے ریاضت شعری میں عمر بسر ہوئی۔ مجموعے کو ملکی سطح پر سراہا گیا۔ خواجہ عبداللہ اخگرؔ کی طبیعت میں میں تلخی تھی اس لئے وہ زیادہ تر گوشہ نشینی میں رہا کرتے تھے۔(۹) خواجہ عبداللہ اخگرؔ کے نوحوں سے نمونے کے یہ اشعار ملاحظہ کیجئے۔

قربانیاں بہت سی حکایات بن گئیں
تاریخ روزگار کے صفحات بن گئیں
رسمیں مگر حسین کی آیات بن گئیں
تو ابتدائے عشق ہے ہر انتہا کے بعد(۱۰)

نوحے جیسے بے حد وسیع موضوع میں حضرت خواہ عبداللہ اخگرؔ نے اپنے لئے کون سے امکانات ڈھونڈ نکالے اور اپنی پہچان کس انداز میں کروائی۔ اس نظر سے اگر دیکھا جائے تو اسلوب کی انفرادیت کا حامل ان کا یہ نوحہ اُبھر کر سامنے آتا ہے۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

ہوتے شبیرؑ نہ دنیا میں تو پھر کیا ہوتا
آج اسلام زمانے میں تماشا ہوتا(۱۱)

یہ نوحہ اپنے موضوع کی متانت، زبان کی سادگی، لہجے کی سوز کی وجہ سے اُردو کے ممتاز ترین نوحوں کی صف میں شامل ہو سکتا ہے۔

ہوتے شبیرؑ نہ دنیا میں پھر کیا ہوتا
آج اسلام زمانے میں تماشا ہوتا
چاند تاروں کی یہ محفل نہ چمکتی ہوتی
زندگی اپنی اندھیروں میں بھٹکتی ہوتی
آج اخلاق کے مکتب نہ یوں جاری ہوتے
آدمی ہوتے تو اخلاق سے عاری ہوتے
شمع جلتی بھی تو ہرگز نہ اُجالا ہوتا(۱۲)

اس نوحے کی پر سوز لَے سے ایک ایسی حزنیہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے قاری کا پورا وجود متاثر ہو جاتا ہے اور اس طرح اپنے قاری کو ساتھ لے کر چلنا شاعر کی بہت بڑی کامیابی قرار پاتی یہ فنی اعتبار سے حسن تخیل اور دلکش الفاظ کا استعمال نوحے کے صوتی حسن کو بڑھا دیتا ہے۔ اس طرح ان کا نوحہ ”کیسے جیوں میں اکبر پیارے تیرے بغیر“ میں ایک بیمار بہن فاطمہ صغرٰی کے جذبات کی عکاسی کی گئی۔ بھائی کی جدائی میں بہن کا دل جس طرح مغموم ہے۔ اس کا اظہار اس نوحے میں ہوا ہے۔

کیسے جیوں میں اکبر پیارے تیرے بغیر
بھائی پیارے آنکھوں کے تارے تیرے بغیر
تیرے بغیر زندگی، اب زندگی نہیں
شمس و قمر کے ہوتے ہوئے روشنی نہیں
بے نور ہیں یہ چاند ستارے تیرے بغیر(۱۳)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

پیارا بھائی، آنکھوں کا تارا بھائی، بھائی سے جدائی میں زندگی کی حالت شمس و قمر کی موجودگی میں بھی روشنی کا نہ ہونا، بھی کے بغیر چاند ستاروں کے بے نور لگنا یہ سب فطری باتیں ہیں ایک فطری شاعر اپنے دُکھ کو کائنات کی ہر چیز میں تلاش کر لیتا ہے۔

اسی نوحے کا اگلا بند ہے:

پتھرا گئی ہیں آنکھیں ترے انتظار میں
ارماں ہیں حسرتیں ہیں دل بیقرار میں
دم توڑے ہیں دل کے سہارے تیرے بغیر
کچھ تو کہو کہ کب میرے "ماں جائے" آؤ گے
کیا اپنے ساتھ عراق سے دلہن بھی لاؤ گے
دل میرا اکبرؑ اکبرؑ پکارے تیرے بغیر (۱۴)

یہاں ایک بہن کی جوان بھائی کے متعلق کچھ ارمان ہیں بہن بھائی کے سر پر سہرا دیکھنا چاہتی ہے کہ شاید بھائی جب پردیس سے واپس آئے تو دلہن بھی اس کے ساتھ ہو۔ اس میں شاعر کے مشاہدے کی قوت عروج پر ہے اور پھر صحیح الفاظ کا استعمال آخری مصری میں تو کمال ہے جب بہن کی محبت انتہائی شدت اختیار کر لیتی ہے تو دل سے بار بار اکبرؑ اکبرؑ نکل رہا ہے۔ اس نوحے کے آخری دو بند دیکھئے۔

گلیاں اُداس، مدینہ اُداس ہے
مسجد اُداس، نانا کا روضہ اُداس ہے
مغموم ہیں یہ سارے نظارے تیرے بغیر
جاں ہوئی وقف مدحت سلطان کربلا
اخگرؔ کی لاج رکھو اے مہمان کربلا
اب کون میری قسمت سنوارے تیرے بغیر (۱۵)

مسجد نبوی اور نانا کا روضہ ساتھ ساتھ ہونا اور ایک ایسی کیفیت طاری ہونا فطری بات ہے جسے شعری اظہار نے زیادہ مکمل کر دیا ہے۔ مدینے کی ہر گلی اُداس ہے حتیٰ کہ نانا جان سرور کائنات فخر موجودات حضور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روضہ مبارک پر بھی انتہائی دکھ اور افسردگی کا علم چھایا ہوا ہے یہاں "مسجد اُداس نانا کا روضہ

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

اُداس ہے" نے اس افسوس ناک فضاء کو مکمل کر دیا جو کہ نوحے کے آخری بند میں شاعر کو امامؑ عالی مقام سے توقعات وابستہ ہیں کہ میں نے اپنی زندگی ان کی مدح سرائی کے لئے مخصوص کر دی ہے اب ہر دو عالم میں یہی میری بگڑی تقدیر بناسکتے ہیں شاعر کے محبت کے جذبات انتہائی شدید ہیں جو پڑھنے والے کے دل میں بھی محبت کی شدت پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح کربلا کے ننھے مجاہد، رباب کے چھ ماہ کے لخت جگر حضرت شہزادہ علی اصغرؑ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

چھوٹے چھوٹے بچوں کا کیا قصور تھا
تیروں سے اصغرؑ کا گلا چور چور تھا(۱۶)

اور پھر فنکارانہ چابکدستی

ظلم کی ہر شدت ممکن گوارہ کی
بیعت یزید کی نہ لیکن گواراہ کی
بچہ بھی حسین کا ایسا غیور تھا(۱۷)

ظالم کی سختیاں سہنے کے حوالے سے جو اظہار بیاں کی اخگرؔ نے قدرت دکھائی ہے وہ قاری کو محو حیرت کر دیتی ہے۔ حضرت شہزادہ علی اصغر کی شہادت کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

ہائے ہائے معصوم اصغر نے جان دی
لٹ گئی حسین کی یہ آخری خوشی
تیروں کی زد میں جب چراغ طور تھا(۱۸)

اسی انداز میں فاتح خیبرؑ کے پسر افواج حسینؑ کے سپہ سالار حضرت عباسؑ علمدار کے بارے لکھتے ہیں۔

دم توڑ گئیں ثانی زہراء کی امیدیں
جب لوٹ کے دریا سے علمدارؑ نہ آیا
شاہؑ بولے میرا زور کمر ٹوٹ نہ جائے
یوں ساتھ میرے بھائی اب چھوٹ نہ جائے
کیوں لخت دل حیدرؑ قرار نہ آیا

کہتی تھی سکینہؓ مجھے وسواس یہ اب ہے
کہ تشنہ دہن بھائی میرا جا ن بلب ہے
کیوں پانی لیے چچا وادارنہ آیا
بن پانی پیئے آتا تھا مشکیزہ اُٹھائے
مشکیزہ بچانے کے لئے بازو کٹائے
پھر بھی وہ سکینہ سے شر مسارنہ آیا(۱۹)

حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد جب اہل حرم کو اسیر کیا گیا تو حضرت زینبؓ نے مقتل گاہ میں اپنے بھائی کا لاش پر آخری نظر ڈالی اخگر کردار جناب زینبؓ کے ایک اور بہت ہی روشن پہلوان کے جذبہ ایثار کو اس طرح پیش کرتے ہیں۔

الوداع ہماری شاہ بے وطن
لاشہء برادر غریب پر کہہ رہی تھی اک مسافر بہن
تیرے قدموں میں جان واری کروں
کچھ نہیں پاس کیا غمگساری کروں
نہ میری ردا ہے اور نہ تیرا کفن
آپؑ کی مو ت سے نہ تسلی ہوئی (۲۰)

اخگر نوحوں میں اہل فکر و دانش کو متوجہ کراتے دکھائی دیتے ہیں۔

ا رباب عقل و دانش سوچو یہ بات کیا تھی
قتل حسینؓ آخر کس جر م کی سزا تھی
کیوں آل مصطفی پر تھابند آب ودانہ(۲۱)

اور جوں جوں انسانیت بیدار ہوتی چلی جائے گی ہر قوم کی جانب سے یہی صاد بلند ہوگی حسینؓ ہمارا ہے۔ حسینؓ ہمارا ہیر و جہاں ذکر حسینؓ کرنے والوں میں اور بہت سے نام جگمگار ہے ہوں گے وہاں حضرت جواجہ محمد عبداللہ اخگر احمد پوری کا نام بھی ذکر حسینؓ کے حوالے سے اہمت حاصل کرے گا۔

سید انصار حسین نفیس فتح پوری :

نفیسؔ فتح پوری ۱۹۱۰ء کو ضلع ایرایاں سادات فتح پور ہسوہ میں پیدا ہوئے۔ (۲۲) نفیسؒ فتح پوری کے اگر نوحوں کو دیکھا جائے تو وہ تعداد میں صرف تین ہیں مگر قطعات، متفرقات میں بہت سے شعر نوحوں کے ہیں اور خاص طور پر نفیسؒ فتح پوری نے جو سلام لکھے ہیں ان میں سلام کے اشعار کم اور منقبت اور نوحے کے اشعار زیادہ ہیں۔ ان کے چار مرثیوں میں بھی بہت سے نوحے کے شعر ملتے ہیں۔ نفیسؒفتح پوری کے نوحوں میں سے انتخاب ملاحظہ فرمایئے۔

کہتی تھی سکینہؑ جو چلی کرب وبلا سے
بابا نہیں اب کون مجھے دے گا دلاسے
گھٹتا ہے گلا، باندھی ہے گردن میں جو رسی
زخمی ہیں مرے کان بھی ظالم کی جفا سے (۲۳)

نفیس فتح پوری کے ایک نوحے میں لفظ ''عمو'' ردیف کے طور استعمال ہوا ہے جو ذو معنی ہے ''عمو'' سے مراد حضرت عباسؑ کی ذات ہے۔ آخر تک یہ ردیف استعمال ہوتی ہے۔ کیونکہ نوحے بھی قصیدہ ہیت میں ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

کہتی تھی سکینہؑ کہ چلے آیئے عمو
اللہ مجھے اور نہ تڑپایئے عمو
باز آئی، میں پانی نہیں مانگوں گی کسی سے
دیدار کو اپ اور نہ ترسا یئے عمو (۲۴)

نفیس فتح پوری کے نوحے پڑھنے سے ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے اس صنف کو بطور خاص نہیں چنا، صرف اس صنف میں خانہ پُری کے لئے ہی یہ تین نوحے لکھے ہیں جس میں کوئی قابل ذکر صنعت نہیں دیکھائی دیتی۔

عبدالعزیز اختر شیخ:

عبدالعزیز اختر یکم جولائی ۱۹۱۸ء کو رحیم یار خان میں پیدا ہوئے۔[۲۵] ایل ایل بی کرنے کے بعد وکالت کے پیشے سے وابستہ ہو گئے۔ ان کا شعری مجموعہ "سفینۂ نجات" ۱۹۹۳ء میں منظر عام پر آیا۔ جس میں حمد، نعت، منقبت، سلام اور نوحہ ہیں۔ ان کے نوحے سے انتخاب ملاحظہ ہو:

ہائے کیوں بند ہوا آل نبیؐ پر پانی
جب کہ پیتے رہے حیوان بھی آکر پانی
حکم یہ تھا کہ پیئیں سارے خدا کے بندے
پینے پائے نہ مگر آل پیمبرؐ پانی [۲۶]

عبدالعزیز کے نوحے قصیدے ہیئت میں ہیں۔ کلام میں روایتی انداز ملتا ہے۔ تراکیب کے سہارے اپنا مافی الضمیر بیان کرتے ہیں۔

مارا گیا ہے پیاسا زہراؑ کا لال بن میں
بے تاب ہو رہے ہیں شاہ ہدیٰؑ کفن میں
اماں کی شرم رکھ لی ابا کی لاج رکھ لی
کیا کام کر گئے ہیں زینبؑ کے لال بن میں [۲۷]

۱۹۴۷ء کے بعد بہاول پور (سابق ریاست) میں اُردو نوحہ

جانباز جتوئی:

غلام رسول خان جانباز جتوئی ۱۹۲۴ء کو جتوئی شہر ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے۔[۲۸] زمیندارہ کے ساتھ ساتھ تادم اخیر شاعری کی اور "فرید ثانی" کا لقب پایا۔ ۱۹۹۴ء کو انہیں صدر فاروق خان لغاری نے صدارتی ایوارڈ سے نوازا۔ اکادمی ادبیات نے انہیں پہلے مجموعہ کلام "ارداساں" پر فرید ایوارڈ دیا۔

جانباز جتوئی نے نوحے مثلث، مربع، مخمس اور مسدس ہیت میں لکھے۔ ان کے کلام میں روانی ملتی ہے۔ انہوں نے گیت کی طرز پر بھی نوحے لکھے۔ ایک مشہور گیت " اللہ ہی اللہ کیا کرو دکھ نہ کسی کو دیا کرو۔ جو دنیا کا مالک ہے نام اُسی کا لیا کرو" کی طرز پر نوحے لکھے جو بہت مشہور ہوئے۔ [۲۹] ملاحظہ فرمایئے۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

ماتم شا ہ کا کیا کرو
رو کر پُرسا دیا کرو
بے تقصیر جو مارا گیا
غم اُسی کا کیا کر و

دنیا والو بتاؤ کس نے لوٹا سید کو
کس نے تاراج کی ہے گلشن پاک محمد کی (۳۰)

ان کے کلام سے انتخاب ملاحظہ فرمایئے۔

کرب و بلا کا واقعہ محشر سے کم نہیں
وہ دل ہی کیا جس دل میں غم نہیں
ہم واقعات ظلم کے بتلا کے دوستو
روئیں گے بار بار کوئی پتھر تو ہم نہیں (۳۱)

جانباز جتوئی کے کلام میں بہت سی جگہوں پر تشبیہات ملتی ہیں تشبیہ کی ایک خوبصورت مثال ملاحظہ فرمایئے۔

فخر یعقوبؑ تجھ پر ہی کیو ں نہ کریں
دم تیرا حضرت ایوبؑ کیوں نہ بھریں
صبر دونوں سے بڑھ کر دکھایا تو نے (۳۲)

دس بند پر مشتمل ایک نوحہ ہے جو مسدس ہیت میں لکھا گیا ہے۔ اُسے پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے مرثیہ شروع ہو گیا ہو۔ وہی تسلسل اور روانی ملتی ہے جو ایک کامیاب مرثیے کی جان ہوتی ہے۔ ایک بند ملاحظہ فرمایئے:

شاہ نے کہا اے میرے نانا کی شکل والے
جا میں نے تجھ کو کیا حق پاک کے حوالے

بیٹا تجھے لگیں بھی گر تیر، نیزے بھالے
جانبا ز وہ صابر جو آہ نہ نکالے

تجھ جیسے لاکھ اکبر گر مجھ کو کبریا دے
دین نبی کی خاطر شبیر سب کٹا دے(۳۳)

نوحہ کیونکہ رونے رُلانے کے لئے ہی لکھا جاتا ہے۔اس لئے جانبازؔ نے بابار نوک سناں پر قرآن پڑھنا مصرعوں میں استعمال کیا ہے۔ ان کے تمام نوحوں کو پڑھنے سے جو بات ذہن میں نقش ہو جاتی وہ یہی تکرار ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

دین اللہ کا رتبہ بڑھایا ہے تونے
نوک نیزہ پر قرآن سنایا تو نے(۳۴)

حمید نقوی:

حمید نقوی ایک کہنہ مشق شاعر میرٹھ کی ادبی محفلوں سے نکل کر ڈیرہ اسماعیل خان میں شعر و ادب کی آبیاری کی۔ اس کے بعد رحیم یار خان آگئے۔ ان کا ایک شعری مجموعہ ''مسافتیں'' اور دوسرا''نوک نیزہ'' کے نام سے چھپ چکے ہیں۔(۳۵) ان کا مجموعہ کلام ''نوک نیزہ'' عاشقان اہل بیت کے لیے گلدستہ ہے۔ان کا مجموعہ ''نوک نیزہ'' میں سلام کے علاوہ کلام زیادہ لکھا گیا ہے وہ نوحہ ہے نوحے بھی قصیدہ ہیت میں لکھے ہیں۔ ان کے نوحوں میں سے انتخاب ملاحظہ فرمایئے۔

اے دشت کربلا تیری عظمت پہ ہیں نثار
ہر اک قدم پہ کعبہ بنایا حسینؓ نے
برچھی جگر سے کھینچ کے کڑیل جوان کے
کتنا عظیم صبر دکھایا حسینؓ نے(۳۶)

کنایہ کی مثال ملاحظہ فرمایئے۔

صبر کی ایک چٹان سینے پر
بوڑھے کاندھوں پہ اک جوانی(۳۷)

مراعاۃ النظیر کی مثال ملاحظہ فرمایئے۔

شان عباس تیرا کیا کہنا
تو ہے دریا ہے اور پانی ہے (۳۸)

استعارہ کی مثال ملاحظہ فرمایئے۔

قافلہ عشق کا کس طرح ٹھہر جائے گا
لاکھ سیلاب بلا ہو تو گذر جائے گا(۳۹)

ان کی مخمس نظم بہ عنوان "حسینؑ" سے انتخاب ملاحظہ فرمایئے۔

وہ مرد میدان زندگی کا وہ راز پنہاں تھا عاشقی کا
وہ ایک منبع تھا روشنی کا عجیب تر ہے پیام اُس کا
حسینؑ تیرا، حسینؑ میرا، حسینؑ سب کا(۴۰)

صنعت تضاد کی مثال ملاحظہ فرمایئے۔

پھر محرم کی رات آئی ہے
ہر خوشی غم سمیت لائی ہے(۴۱)

خادم حسین مشکورؔ:

خادم حسین مشکورؔ ۲۰ جنوری ۱۹۴۲ء کو احمد پور شرقیہ میں پیدا ہوئے۔ (۴۲) ایم۔اے اور ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ ۳۵ سال تک گورنمنٹ ملازم رہے اور ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے پر تھے کہ ۹ دسمبر ۱۹۹۹ء میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ ۱۹۹۷ء اور ۱۹۹۹ء میں کل پاکستان مشاعرے کرائے (۴۳) بچپن ہی سے شاعری کرتے تھے۔ نوحہ اور سلام غزل اور قطعات لکھتے رہے مگر انہیں کتابی شکل نہ دے سکے۔ غزلیات اور نظمیں بھی لکھیں بہاول پور کے استاد شعراء میں سے تھے۔ ان کا کلام زیادہ تر کتابچوں کی شکل میں ہے۔ خادم حسین مشکور کے تمام نوحے فلمی گانوں کی طرز پر ہیں۔ اس نوحہ کی طرز "کوئی تو ہے جو۔"

جو اپنے خوں سے چراغ ہستی جلا رہا ہے، حسینؑ ہے وہ
جو نوک نیزہ پہ قرآں سنا رہا ہے، حسینؑ ہے وہ

جو وحشتوں کا پیام آیا
جو ظلمتوں کا اندھیرا چھایا
خدا کے دیں پہ مصیبت آئی
حسینؓ پھر کربلا میں آیا
لہو سے اپنے جوالہ کو بچا رہا ہے، حسینؓ ہے وہ (۴۴)

قصیدہ ہیئت سے انتخاب ملاحظہ فرمائیے۔

کرے حسینؓ سے پیار بندے
پل کا نہیں اعتبار بندے
جو شہید کربلا ہے
اس کی عظمت کا کر اقرار بندے (۴۵)

خادم حسین مشکورؔ کا کلام فنی خوبیوں کا حامل ہے۔ بہاول پور کے ادبی حلقوں میں انہوں نے اپنا لوہا منوایا ان کے بغیر بہاول پور کا ادب نامکمل ہے۔

سجاد راکبؔ:

سجاد حسین راکبؔ یکم جنوری ۱۹۷۲ء کو احمد پور شرقیہ میں پیدا ہوئے۔ (۴۶) بی۔ اے کرنے کے بعد محکمہ تعلیم میں بحیثیت معلم اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ان کے کلام سے انتخاب ملاحظہ فرمائیے:

اے کرب و بلا کے مظلومو، جرأت کی تمہاری داد نہیں
تم لخت جگر ہو احمد کے ایک حیدرؓ کی اولاد نہیں
آبادی میں ویرانے میں، کیا اپنے اور بیگانے میں
جو اٹھنے میں مر جانے میں، ہر دور میں اور زمانے میں
اے کوفی شامی بتلاؤ، شبیرؓ کہاں آباد نہیں (۴۷)

سجاد راکبؔ کا کلام غیر مطبوعہ ہے اور تراکیب بند ہیئت میں ہے۔ صنعت تلمیح، صنعت تشبیہ اور صنعت استعارہ کی مثالیں ان کے کلام میں موجود ہیں۔ مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

دریا پر جب پہرے تھے، بچے پیاسے ٹھہرے تھے
غازی اک دم آتے ہیں، مشکیزہ لے جاتے ہیں
دشمن باز نہ آئے، تیر پہ تیر چلاتے ہیں
مشکیزہ پھٹتا ہے، بازو بھی کٹتا ہے (۴۸)

سجاد راکبؔ کے کلام میں ندرت ہے۔ فقط اہل بیت کے ساتھ انہوں نے اپنی وابستگی کے لئے ''نذرانہ عقیدت شہیدان کربلا'' جیسی نظم لکھی ہے۔ صنعت تکرار کے دو مصرعے ملاحظہ فرمائیے:

رو رو کے دنیا کو نوحے سنائیں گے (۴۹)
پھیلا ہوا تھا ہر سو بس خون ہی خون زمین پر (۵۰)

حاجی عبدالمنان محسنؔ اویسی:

عبدالمنان محسنؔ اویسی ۵ نومبر ۱۹۵۳ء چک نمبر R9/۲۱۲ تحصیل فورٹ عباس ضلع بہاول نگر میں پیدا ہوئے۔ (۵۱) ۱۹۷۱ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور پی۔ آئی۔ اے میں عارضی ملازمت کی لیکن والد کے اسرار پر ملازمت ترک کر دی اور ۱۹۸۳ء میں غلہ منڈی کو فورٹ عباس میں بطور منشی ملازمت اختیار کی۔ (۵۲)

فورٹ عباس میں شعر و ادب کی بنیاد ڈالی۔ انہوں نے پنجابی اور اردو میں غزل، نظم، نعت اور مرثیے وغیرہ میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے کلام سے انتخاب ملاحظہ فرمائیے۔

عونؓ و محمد پھول جو کھلنے نہ پائے تھے
اصغر کے زخم تازہ تھے ملنے نہ پائے تھے
قاسمؓ کے ابھی زخم تو سینے نہ پائے تھے
فرات کے پہرے ابھی ملنے نہ پائے تھے

غلبہ ہوا سکینہؓ پہ ایسا پیاس کا
زبان پہ نام رہ گیا غازی عباسؓ کا (۵۳)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

عبدالمنان محسنؔ اویسی نے اپنے کلام میں واقعہ کربلا کو نظم کرنے کی کوشش کی ہے اور اس طرح وہ واقعات پیش کرتے ہیں جس سے آہ وفغاں کا منظر سامنے آجاتا ہے۔ اس لحاظ سے ہم اُن کے نظم کلام کو نوحہ کہہ سکتے ہیں۔ ان کا غیر مطبوعہ کلام مسدس ہیت میں ہے اور کہیں ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ جیسے ہم مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ اس نظم میں شہادت امام حسینؓ کا بند ملاحظہ فرمایئے:

سجدہ میں سر رکھا تھا حالت نماز کی
خوب بے نیازی ہو رہی تھی بے نیاز کی
اک ترو تازگی سی تھی نئے انداز کی
وہ راز میں ہی کہہ گیا بات راز کی
اتنے میں ایک شقی نے خنجر کی دھار سے
تن کو جُدا کر دیا سر سے اُتار کے (۵۴)

ماجدؔ قریشی:

عبدالماجد قریشی کا آبائی وطن جالندھر (مشرقی پنجاب) ہے لیکن آپ کا مولا سابق ریاست بہاول پور کا قصبہ فقیر والی (ضلع بہاول نگر) ہے۔ جہاں وہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو پیدا ہوئے۔(۵۵) ۱۹۴۴ء میں بی۔اے اور ۱۹۵۷ء میں ایم۔اے اردو کے امتحانات پاس کئے۔ ۱۹۵۷ء میں آپ نے محکمہ اطلاعات بہاول پور میں آرٹیکل رائٹر کی حیثیت سے ملازمت کی۔ (۵۶) پھر ملتان کوچ کر گئے۔ ''دبستان بہاول پور'' کے نام سے بہاول پور اُردو زبان و ادب کے تدریجی ارتقاء پر ایک کتاب لکھی۔ ماجدؔ قریشی کو قدرت سے مذاق شعر گوئی بھی ودیعت ہوا ہے۔ انتخاب ملاحظہ فرمایئے:

یہ بجا ہے کہ تساہل کے گنہگار بھی ہیں
یہ حقیقت ہے کہ غفلت میں گرفتار بھی ہیں
یہ بھی مانا ابھی اپنوں سے شکایت ہے ہمیں
یہ بھی تسلیم کہ دلدادۂ اغیار بھی ہیں
کچھ بھی پیروِ آئین نبی ہیں لوگو

ہم ثناء خوانِ حسین ؓ ابنِ علیؓ ہیں لوگو (۵۷)

ماجدؔ قریشی نے ''کربلا صبح کا پیغام ہی ہے آخر'' کے نام سے واقعہ کربلا کو منظوم کیا ہے۔ ان کا کلام مطبوعہ ہے۔ مسدس ہیئت میں ہے۔ جس میں بہت سی تراکیب استعمال ہوئی ہیں۔ اور وہ عام فہم الفاظ کا استعمال کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ہم زمانے میں صداقت کے امین ہیں یارو
سر رہے یا نہ رہے بات پہ اڑ جاتے ہیں
جب کبھی دین کی عظمت کا سوال آتا ہے
تین سو تیرہ ہزاروں سے بڑھ جاتے ہیں (۵۸)

ملک محمد نوازؔ:

ملک محمد نوازؔ خیر ٹامیوالی میں پیدا ہوئے۔ بی۔اے ایل ایل بی کرنے کے بعد پولیس میں ملازمت اختیار کر لی۔ آج کل انسپکٹر لیگل حاصل پور ہیں۔ ''کاروان فکر و ادب'' حاصل پور کے صدر ہیں۔ (۵۹) ان کے کلام سے انتخاب ملاحظہ فرمایئے:

باغ نبوی کی دیکھ لو یہ بہار
چادرِ زہرہؓ بن گئی گلزار
باغبانوں نے سینچے جو بھی گل
کاٹتی جائے تیغ جو ہر دار (۶۰)

ملک محمد نوازؔ کی منقبت امامؓ عالی مقام غیر مطبوعہ ہے اور قصیدہ ہیئت میں ہے۔

کس کی جرأت تھی سامنے آتا
دشت میں گونجتی جب تری آواز (۶۱)

منظور حسین منظر آچوی:

منظور حسین منظر اُچوی ۱۹۴۶ء کو اوچ شریف میں پیدا ہوئے۔ (۶۲) محرر چونگی کی ملازمت کرتے رہے ہیں۔ " بزم جہانیاں " کے صدر رہ چکے ہیں۔"بزم جہانیاں " کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ان کے مجموعے " مہمان کربلا"، " سفینہ اہل بیت "، "محسن اسلام" ہیں۔ "سفینہ اہل بیت" مجموعے میں نوحے ہیں۔ان کے کلام سے انتخاب ملاحظہ فرمایئے:

آمادہ پیکار ہوئے ہیں کس سے دنیا والے
نہ جانے کیو مشق ستم ہیں گودِ رسولؐ کے پالے
بھول گئے کیوں اتنا جلدی احمد کے احسان(۶۳)

منظور حسین منظر آچوی نے قصیدہ ہیئت، مثلث، مخمس ہیئت میں اپنے نوحے لکھے ہیں۔ان کے ہاں طویل اور چھوٹی بحریں دونوں ملتی ہیں۔ان کے کلام سے تشبیہ کی مثال ملاحظہ فرمایئے:

عابد بیمار تیری مظلومیت کے صدقے
تیری بے کسی کے صدقے
تیری معصومیت کے صدقے(۶۴)

مکالماتی انداز فرمایئے۔

بولی بانو صغیرؓ کے لے کر
خون کیسا گلے سے جاری ہے
جا کے پوچھ یہ بنت زہرہؓ سے
کیسے دسویں کی شب گذار دی ہے
تیرا انکار ائے شہید وفا
عزم باطل پر ضرب کاری ہے(۶۵)

منظر کی شاعری میں بہت سی جگہوں پر فنی سقم میں بہت سی جگہوں پر معنوی تضاد دکھائی دیتا ہے۔اگر وہ یہ مجموعہ کسی استاد سے نظر ثانی کرواتے تو یہ ان کے لئے گنجینہ گوہر بن سکتا تھا اور اب بھی بن سکتا ہے۔بہر حال شاعر

ہیں۔ تقریباً تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کر چکے ہیں۔ ان کے تمام نوحے کسی نہ کسی گانے کی طرز پر لکھے ہوئے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ شمیم احمد، ''اصناف سخن اور شعری ہیئتیں''،لاہور، شراکت پرنٹنگ پریس، سن ندارد، ص۲۰۸

۲۔ گیان چند جین،''ادبی اصناف''،لاہور، بھٹو پرنٹنگ پریس، ۲۰۱۸ء ص۹۶

۳۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، ''کشاف تنقیدی اصطلاحات'' (مرتبہ)،اسلام آباد، ادارہ فروغ قومی زبان،۲۰۱۸ء، ص۲۷۵

۴۔ ایضاً، ص۲۷۵

۵۔ حیات میرٹھی،''بہاول پور کا شعری ادب''، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۱۹۷۱ء، ص۳۷

۶۔ حیات میرٹھی،''خیابانِ عقیدت''، بہاول پور، ادارہ آفتاب مشرق، ۱۹۸۰ء، ص۱۰۹

۷۔ ایضاً، ص۱۱۱

۸۔ عبداللہ اخگر، خواجہ،''کنزالمودت''،(کچھ اپنے بارے میں)، ناشر سلیم اللہ ایڈووکیٹ، ۱۹۹۱ء، (باراول) ص۴

۹۔ ایضاً، ص۶

۱۰۔ ایضاً، ص۹۷

۱۱۔ ایضاً، ص۱۵۳

۱۲۔ ایضاً، ص۱۵۳

۱۳۔ ایضاً، ص۶۸

۱۴۔ ایضاً، ص۶۸

۱۵۔ ایضاً، ص۶۸

۱۶۔ ایضاً، ص۱۲۸

۱۷۔ ایضاً، ص۱۲۸

۱۸۔ ایضاً، ص۱۲۸

۱۹۔ ایضاً، ص ۳۸

۲۰۔ ایضاً، ص ۱۲۲

۲۱۔ ایضاً، ص ۱۱۸

۲۲۔ اسد اریب، ڈاکٹر، ''اردو مرثیے کی سر گزشت''، لاہور، شرکت پرنٹنگ پریس، ۱۹۸۹ء، ص ۲۰۵

۲۳۔ نفیس فتح پور، ''افکار نفیس''، (عرض حال) کراچی، ناظر پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۷ء، ص ۱۸۷

۲۴۔ ایضاً، ص ۱۸۶

۲۵۔ عبدالعزیز اختر، ''سفینۂ نجات''، رحیم یار خان، دھریجہ پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۳ء، ص ۴۹

۲۶۔ ایضاً، ص ۵۳

۲۷۔ ایضاً، ص ۵۱

۲۸۔ راقم الحروف کا استفسار از سرفراز خان (فرزند جانباز جتوئی)، اوچ شریف، جانباز پبلک سکول، یکم جولائی ۲۰۲۱ء

۲۹۔ غیر مطبوعہ کلام، مملوکہ جانباز جتوئی

۳۰۔ ایضاً

۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ ایضاً

۳۳۔ ایضاً

۳۴۔ ایضاً

۳۵۔ راقم الحروف کا استفسار از محمد اجمل بھٹی (ڈاکٹر)، رحیم یار خان، خواجہ فرید کالج، ۲۰ ستمبر ۲۰۲۱ء

۳۶۔ حمید نقوی، ''نوک نیزہ''، رحیم یار خان، کاشف پرنٹنگ پریس، سن ندارد، ص ندارد

۳۷۔ ایضاً، ص ۴۴

۳۸ ایضاً، ص ۴۴

۳۹۔ ایضاً، ص ۴۰

۴۰۔ ایضاً، ص ۴۵

۴۱۔ ایضاً، ص ۳۸

۴۲۔ راقم الحروف کا استفسار از محمد شفیق (فرزند خادم حسین مشکور)، بہاول پور، ۳، مارچ ۲۰۲۰ء

۴۳۔ ایضاً

۴۴۔ خادم حسین مشکور، ''خون بہائے دل''، مطبع ندارد، ۱۹۸۸ء ص ۲۰

۴۵۔ ایضاً، ص ۵

۴۶۔ راقم الحروف کا استفسار از سجاد حسین راکب، احمد پور، محلہ خواجگان، ۱۴، اپریل ۲۰۰۵ء

۴۷۔ غیر مطبوعہ کلام، مملوکہ، سجاد حسین راکب

۴۸۔ ایضاً

۴۹۔ ایضاً

۵۰۔ ایضاً

۵۱۔ راقم الحروف کا استفسار از حاجی عبد المنان اویسی، فورٹ عباس، عمر فاروق ٹائون، ۲۔ اپریل ۲۰۱۰ء

۵۲۔ ایضاً

۵۳۔ غیر مطبوعہ کلام، مملوکہ، حاجی عبد المنان اویسی

۵۴۔ ایضاً

۵۵۔ ''بہاول پور کا شعری ادب''، ص ۱۹۴

۵۶۔ ایضاً، ص ۱۹۶

۵۷۔ ایضاً، ص ۲۰۹

۵۸۔ ایضاً، ص ۲۰۹

۵۹۔ راقم الحروف کا استفسار از ملک محمد نواز، خیر پور ٹامیوالی، شاہین پبلک سکول ۲۰ مارچ ۲۰۲۰ء

۶۰۔ غیر مطبوعہ سلام، مملوکہ، ملک محمد نواز

۶۱۔ ایضاً

۶۲۔ راقم الحروف کا استفسار از سید فرزند حسین بخاری، (دوست منظور حسین)، اوچ شریف ۲۲ جولائی ۲۰۲۰ء

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

۶۳۔ غیر مطبوعہ کلام، مملوکہ، منظور حسین منظر

۶۴۔ ایضاً

۶۵۔ ایضاً